تاریخی حقائق

بعض سلاطین اندلس و بغداد کے شخصی حالاتِ زندگی

از

(مولانا محمد ظفیر الدین صاحب استاذ دار العلوم معینیہ سانخر)

۳۱ ردسمبر ۵۵ء کو ندوۃ المصنفین کا ایک پارسل آیا جن میں "تاریخ ملت" کے دو حصے (چہارم وپنجم) بھی تھے، مجھے یہ کتابیں حلقہ معاونین کے رکن کی حیثیت سے ملی تھیں، میں نے ان نئی کتابوں کے لئے اپنے اوقات سے کچھ وقت مخصوص کر دیا، اول نظر میں تاریخ ملت کا حصہ چہارم (خلافت ہسپانیہ) کچھ زیادہ وقیع نہ معلوم ہوا، مگر بعض خصوصیتوں نے اعتراف پر مجبور کیا اور اسے میں نے بہت شوق اور پورے ذوق سے پڑھنا شروع کیا کوئی شبہ نہیں اندلس کی یہ تاریخ بہت مختصر ہے مگر بڑی حد تک جامع ہے، ذاتی طور پر مجھے اس کا وہ حصہ بہت پسند آیا، جس میں سلاطین کی شخصی زندگی اور ان کے اخلاق و عادات بیان کئے گئے ہیں۔ انھی واقعات کو خصوصیت سے ناظرین برہان کی خدمت میں پیش کرنے کی عزت حاصل کر رہا ہوں۔ (محمد ظفیر الدین)

عبدالرحمٰن المتوفی ۲۰۶ھ بہت مشہور خلیفہ گذرا ہے اپنے اخلاق و عادات اور دینی زندگی میں ممتاز اور کارناموں کے لحاظ سے بڑی عزت و شہرت کا مالک تھا "جامع قرطبہ" اب تک اس کی یادگار باقی ہے، اس کی سیرت کے متعلق تاریخ ملت جلد چہارم صد میں سطور ذیل ملتی ہیں۔

"سلطان نہایت نیک سیرت اور منصف مزاج تھا اقربا تو کیا اگر رعایا میں سے کوئی مرجاتا تھا تو وہ کیسا ہی غریب کیوں نہ ہو سلطان اس کے جنازہ میں شریک اور بذات خود نماز جنازہ کی امامت کرتا تھا، اگر کوئی شخص بیمار ہوتا عیادت کو خود جاتا غرضکہ اپنی رعایا کی شادی اور غم میں برابر کا شریک تھا نماز جمعہ خود پڑھاتا

اور خطبہ بڑی فصیح عربی میں پڑھتا، اس کا خطبہ شجاعانہ جذبات کا برانگیختہ کر دینے والا ہوتا" (منشہ تاریخ ملت جلد ۴)

یہ تھا سلطان وقت کا اخلاق جس کی نگاہ میں غریبوں کی وقعت بھی ویسی ہی تھی جیسی آج کل کے لوگوں کی نگاہ میں کسی معزز مالدار اور اونچے مرتبہ والے کی، ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سلطان بعد شرکت میت واپس ہو رہا تھا کہ اثنائے راہ میں ایک معمولی آدمی نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی، اور کہا اے امیر! قاضی نے میرے حق میں ناانصافی کی ہے جس کی داد میں تجھ سے چاہتا ہوں سلطان بولا اگر تو سچا ہے تو میں تیرے حق میں انصاف کروں گا چنانچہ وہیں کھڑے کھڑے قاضی کو بلا کر سختی سے کہا۔ قاضی صاحب! اس شخص کا انصاف ہونا چاہیئے"[1]

یہ ایک ایسے سلطانِ وقت کا تحمل اور انصاف ہے جو شخصی حکومت کا فرمانروا تھا اس کو الیکشن لڑنا نہیں پڑتا تھا اور نہ معمولی غریب کے ووٹ کی اس کو ضرورت تھی، دولت و ثروت کی بھی کمی نہ تھی اور نہ سر پر باغیوں کا طوفان تھا۔ اسی طرح ایک عرب غریب دربار میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔

"اے بادشاہ! خدائے تعالیٰ نے تجھ کو بادشاہ اور بے انتہا خزانوں کا اس لئے مالک کیا ہے کہ تو غریب اور یتیم اور بیواؤں کے حق میں انصاف اور ان کی مدد کرے۔ سلطان نے کہا تمہاری مدد ہوگی اور ہر ایسے شخص سے کہدو جو تمہارے مثل ہوں ان کے لئے دربار کھلا ہے وہ درخواست میرے سامنے پیش کریں تاکہ میں بذات خود ان کو ہر قسم کی مدد دوں اور ان کو پریشانیوں سے نجات دوں"[2]

دیکھا آپ نے درخواست پر صرف اسی سائل کی مدد نہ کی بلکہ اس کے ذریعہ یہ اعلان کرا دیا کہ تم جیسے اور جو بھی اہل حاجت ہوں وہ آئیں ان کی مدد کی جائیگی۔ اس کا دستور تھا کہ جب کوئی کھانے کے وقت آجاتا اس کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتا اور پھر خوش اسلوبی سے اس کی غرض پوری کرتا۔

اسی عبدالرحمٰن الداخل کا پوتا تھا الحکم۔ جو اپنے باپ کے بعد سریر آرائے حکومت ہوا تھا اور

---

[1] خلافت ہسپانیہ صفحہ ۸ [2] ایضاً صفحہ ۸

۲۰۶ھ کے اخیر مہینہ میں جس کا انتقال ہوا تھا، ان کے باپ ہشام بن عبدالرحمٰن نے اپنی حالت نزع میں الحکم کو بلایا، اور یہ نصیحت کی

"بیٹا یہ خیال رکھ کہ سلطنت اور حکومت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور جب وہ چاہتا ہے چھین لیتا ہے بس جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے عطائے ربانی سے اختیار اور دبدبہ شاہی عطا فرماتے تو ہم کو اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا اور اس کی پاک مرضی کا پورا کرنا واجب ہے اور وہ اصلی غرض یہ ہے کہ ہم تمام مخلوقات کے ساتھ نیکی کریں اور خصوصاً ان کے ساتھ جن کو ہماری حفاظت میں تفویض کیا ہے امیر اور غریب کے ساتھ برابر عدل کر۔ ظلم روا مت رکھ اس لئے کہ ظلم تباہی کا دروازہ کھولتا ہے اپنی رعایا اور نوکروں پر مہربان رہ۔ اس لئے کہ ہم سب ایک خالق کی مخلوق ہیں، اور حکومت ممالک و امصار کی ایسے اشخاص کے سپرد کر جو صفاتِ پسندیدہ رکھتے ہوں اور ایسے وزراء کو بے رحمی سے سزا دینا چاہئے جو بے فائدہ اور بے قاعدہ محصولات سے رعایا کو تنگ کریں ۔ ۔ ۔ ۔ اور رعایا کی رضا جوئی سے غافل مت ہو اس لئے کہ ان کی محبت سے ملک کی حفاظت ہے اور ان کی ناراضگی میں ضرر ہے ان کی حقارت باعث زوال سلطنت ہے اور کاشتکاروں کی خبر گیری رکھنا چاہئے، جو ہماری روزی کے واسطے زمین سے غلہ نکالتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اپنا طریقہ ایسا رکھنا چاہئے کہ رعایا دعا گو رہے اور ہماری حفاظت کے سایہ میں بخوشی زندگی بسر کرے ۔ ۔ ۔ ۔ اگر تم اس پر عمل کروگے جو میں نے بیان کیا ہے تو تم خوش حال رہو گے اور جو زمین کے نامور بادشاہ ہیں ان کے مانند تم کو دبدبہ اور سطوت حاصل ہوگا"[1]

یہ نصیحت ہے جو ایک باپ نے مرتے وقت اپنے عزیز ترین فرزند کو کی ہے یہ نصیحت جس قدر بیش قیمت ہے اس کی کوئی مثال نہیں، آج کل کے فرمانرواؤں کو چاہئے کہ اس نصیحت کو سونے کی تختی پر کندہ کرواکر اپنے سرہانے لٹکائیں اور سوتے جاگتے ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں۔

یہ سلطان وقت جس کی نصیحت اوپر درج ہوئی خود بھی بڑے عملِ صالح کا مالک تھا اس کا حال یہ تھا کہ معمولی لباس پہن کر قرطبہ کی گلیوں میں چکر لگاتا، غریبوں کے گھر پر جاکر ملاقات کرتا کوئی بیمار

[1] خلافت ہسپانیہ ص۱۶

ہوتا تو اس کی عیادت کو تشریف لے جاتا اور خود غریبوں کے یہاں پہنچ کر ان کی ضرورتوں کو پورا کرتا۔ برسات کی اندھیری رات میں چپکے سے نکل جاتا اور بے کس بیمار کی رات بھر تیمارداری کرتا اسے کھانا اور پھر صبح کو چپکے واپس چلا آتا۔

بہرحال ہشام کی اس نصیحت کا الحکم نے بڑا اثر لیا چنانچہ یہ اپنے عادات و شمائل میں بڑا منفرد رہا انصاف پسندی اور عدل پروری اس کا خاص شیوہ تھا، ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

"اتفاقیہ خلیفہ الحکم کے محل کی توسیع میں ایک غریب بیوہ کی جائداد آگئی اس سے کہا بھی گیا کہ اس جائداد کو معقول داموں میں علیحدہ کر دے مگر موروثی جائداد کی وجہ سے اس نے انکار کر دیا مگر میر عمارت نے زبردستی وہ زمین لے لی، اور بنگلہ تعمیر ہو گیا اس عورت نے قاضی کے روبرو استغاثہ پیش کیا قاضی نے فرمایا تو تامل کر میں انصاف سے کام لوں گا۔

جس روز خلیفہ الحکم پہلے پہل مکان اور باغ ملاحظہ کرنے گیا قاضی بھی خبر پا کر پہنچ گئے ایک گدھا مع خالی بورے کے ہمراہ لیا۔ الحکم کا سامنا ہوا تو قاضی صاحب نے کہا امیرالمومنین! اس زمین کی مٹی مجھے چاہئے، اجازت ہو تو لے لوں، خلیفہ نے مسکرا کر اجازت دے دی قاضی نے بورا مٹی سے بھر لیا اور خلیفہ سے درخواست کی کہ مجھ کو اس گدھے پر بورے کے رکھنے میں حضور ذرا معاونت فرمائیے خلیفہ قاضی کی اس حرکت کو مزاح سمجھ رہا تھا۔ چنانچہ بورا ہر دو اٹھانے لگے مگر بھاری وزن تھا اٹھ نہ سکا، خلیفہ ہانپ گئے، قاضی نے کہا، سرکار! اس بوجھ کو تو آپ اٹھا نہ سکے تو انصاف (قیامت) کے دن کو یہ جو زمین بڑھیا کی ضبط کر لی گئی ہے وہ کس طرح اٹھائیے گا، کیونکہ خدا کے سامنے وہ بڑھیا دعویٰ ضرور کرے گی ——— شاہ الحکم آبدیدہ ہو گیا، اور میر عمارت کو حکم دیا، کہ فوراً بڑھیا کی زمین واپس کر دو اور محل کا وہ حصہ جو ہے مع ساز و سامان کے میں نے اس کو دے دیا۔"[1]

یہ تھا خوفِ خدا، اس فرد کے دل میں جو اپنے وقت کا جلیل القدر بادشاہ تھا اور یہ انصاف و عدل تھا، اس انسان کا، جس کو ہر طرح کی دنیاوی طاقت و قدرت حاصل تھی، اور قاضی صاحب

---

[1] خلافت ہسپانیہ ص ۶۲ و ص ۶۳

کی حق گوئی اور معاملہ فہمی پر بھی بار بار غور کیجئے جو ہمارے علمار کرام کے لئے عبرت و بصیرت کا خزینہ ہے

الحکم کا بیٹا عبدالرحمن ثانی المتوفی ۲۳۸ھ اپنے باپ کی موت کے بعد تخت پر جلوہ افروز ہوا اس کے کارنامے بھی تاریخ میں بہت مشہور ہیں ایک ذاتی واقعہ ان کا بھی سن لیجئے۔

"ایک دن سلطان نے علمار کے سامنے امام یحییٰ سے مخاطب ہو کر کہا، مجھ سے یہ خطا سرزد ہوئی ہے کہ میں رمضان میں دن کو محل میں چلا گیا اس کا کفارہ کس طرح ممکن ہے یحییٰ نے تمام علمار کے سامنے کہا دو ماہ متواتر روزے رکھو تو البتہ تمہاری بخشش کی صورت ہو سکتی ہے، حاضرین یہ سن کر خاموش ہو گئے، جب علمار دربار سے اٹھ آئے، تو یحییٰ سے پوچھا، کیا امام مالکؒ نے اس کفارہ کا کچھ بدل بھی بتایا یا نہیں، جواب دیا معاوضہ ضرور ہے لیکن اگر میں سلطان کو اس سخت سزا کا معاوضہ بتا دیتا تو اس کو مکرر اس گناہ کے کرنے کی جرأت ہوتی اس پابند شرع بادشاہ کی ہمت کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے امام یحییٰ کے حکم کی پوری تعمیل کی۔[1]

اس کو کہتے ہیں خشیتِ الٰہی، اور اس کا نام دینداری ہے، بایں ہمہ جاہ و حشمت جب عالم نے کسی مسئلہ کا جواب دیا تو بے چون و چرا پورا پورا عمل کیا، سلطنت کا عذر بھی شریعت میں این و آں پیدا نہ کر سکا، حق ہے اگر یہ سلطان وقت تھا اللہ تعالیٰ اس کی روح سکون میں رکھے،

عبدالرحمن الناصر المتوفی ۳۵۰ھ اندلس کا بڑا نامی گرامی خلیفہ گذرا ہے اس کے زمانہ میں صنعت و حرفت کو بڑی ترقی ہوئی، مدینۃ الزہرا کی عالیشان عمارت اس کی ہی بنوائی ہوئی تھی جو بے مثل عمارت تھی اس طرح کی عمارت کا آج کل تصور بھی مشکل ہے اس مدینۃ الزہرا کی رنگینی نے بادشاہ کو جمعہ میں جامع مسجد کی حاضری سے کچھ دنوں روک دیا قصر ہی کی مسجد میں جمعہ کی نماز بھی پڑھ لیا کرتا تھا چند جمعوں کی غیر حاضری کے بعد جب ایک جمعہ میں وہ تشریف لائے تو قاضی المنذر کا سامنا ہو گیا، جو جامع مسجد کے امام تھے قاضی صاحب نے خطبہ میں ایسی سخت تہدید و تنبیہہ فرمائی کہ بادشاہ کی گردن ندامت سے ٹوٹ گئی اور پھر اس کے بعد بادشاہ کبھی بھی غیر حاضر نہ رہا، الغنی سلطان عبدالرحمن الناصر کے

۱؎ خلافت ہسپانیہ ص۸

عہد میں ایک دفعہ بارش رک گئی جس کی وجہ سے مخلوق پریشان ہوگئی جب کچھ دنوں تک امساکِ باراں کا یہی حال رہا تو نمازِ استسقاء کے لئے لاکھوں آدمی نکل کھڑے ہوئے۔ قاضی صاحب موصوف بھی تشریف لے گئے اور بادشاہ سلامت بھی۔

"قاضی المنذر ایک بلند مقام پر کھڑے مجمع کو دیکھ رہے تھے، اتنے میں کسی نے کہا، جلالت مآب تشریف لا رہے ہیں، قاضی نے بے رخی سے کہا، یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے؛ وہ مدینۃ الزہرا میں آرام کریں کسی ندیم نے یہ فقرہ الناصر سے جا لگایا وہ سن کر بے اختیار رونے لگا، عمامہ اتار کر زمین پر ڈال دیا، برہنہ سر، برہنہ پیر، باحال تباہ، بارگاہ غفور الرحیم میں گڑگڑا کر عرض کرنے لگا کہ الٰہی! میرے گناہوں کی پاداش میں میری رعایا کو کیوں ستاتا ہے مجھ کو سزا دے لیکن میری رعایا کی تکالیف دور کر دے۔
الناصر کا حال روتے روتے بے حال ہوگیا ڈاڑھی جو آنسوؤں سے تر ہو چکی تھی اب سرخ بجری سے لت پت ہوگئی، المنذر نے اس کی الحاح وزاری سن کر کہا، کہ مسلمانو! ذرا اور خضوع و خشوع سے دعا مانگو بابِ رحمت کھلنے والا ہے کیونکہ جب جبّارِ دنیا سے عجز و انکسار ظاہر ہوتا ہے تو جبّارِ آسمان کو رحم آتا ہے"[1]

لوگ ابھی میدان ہی میں تھے رحمتِ باراں شروع ہوگئی، ملاحظہ فرمایا آپ نے شاہ وقت کا خضوع و خشوع، ظاہری اعمال جو کچھ ہوں مگر ان کے دل کتنے صاف اور پاکیزہ تھے ذرا سی بات نے تجلّی کا اثر پیدا کر دیا اور رقت جب طاری ہوئی تو لوگ دیکھ کر متحیر رہ گئے، دعا میں اس نے کتنا سچ اعتراف کیا اور جب اس نے اپنے جرم کا اقرار کر کے دعا کی تو دعا بھی کتنی جلد قبولِ بارگاہ ہوئی۔

اس موقع سے ایک بات عرض کرنے کو جی چاہتا ہے ممکن ہے میرا یہ خیال درست نہ ہو مگر میرے دل میں جو بات آئی اسے بھی سن لیجئے اپنا خیال ہے کہ موجودہ دور میں دنیا میں جتنے شر و فتن پیدا ہو رہے ہیں، مصائب کے طوفان جس طرح امنڈ رہے ہیں، آفات کے سمندر میں جو تلاطم برپا ہے اور کائناتِ انسانی میں جو ہنگامہ آئے دن ہوتا رہتا ہے یہ سب مسلمانانِ عالم کے گناہوں کا نتیجہ ہے

---

[1] خلافت ہسپانیہ ص۱

اور بلا شبہ یہ تمام فرزندان توحید کی بے راہ روی اور بد اعمالیوں کا ثمرہ ہے ان کو خدائے ذوالجلال والاکرام کے آگے گڑگڑا کر رونا چاہئے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے اگر ان کے گناہ معاف ہوگئے تو کائنات انسانی میں مسرت و شادمانی کی لہر دوڑ جائے گی، اے کاش مسلمان قوم اپنی حیثیت اور پوزیشن کا یقین پیدا کرتی۔

انہی الناصر کے فرزند تھے، الحکم ثانی المستنصر باللہ المتوفی ۳۶۶ھ یہ بادشاہ بڑا علم دوست گذرا ہے کتابوں کے جمع کرنے کا اس کو بے حد شوق تھا اور اس سلسلہ میں ایک پورا محکمہ اس نے قائم کر رکھا تھا جو رات دن اس کام میں مصروف رہتا اور مختلف شہروں میں اس کے کارندے پھیلے ہوئے تھے اس کے کتب خانہ کا حال سنئے۔

"المستنصر باللہ کے کتب خانہ کی فہرست چوالیس جلدوں میں تھی اور ہر جلد میں پچاس ورق تھے ان جلدوں میں صرف کتابوں کے نام لکھے ہوئے تھے، بعض مصنفوں نے لکھا ہے کہ کتابوں کی تعداد چار لاکھ اور بقول بعض چھ لاکھ تھی، اور تمام کتابوں کو الحکم (ثانی) نے خود پڑھا تھا ان میں اکثر پر حواشی الحکم نے نہایت محنت سے لکھے تھے"[1]

یہ ہے دسویں صدی عیسوی کے ایک سلطان وقت کا ذوق علمی، کیوں اس زمانہ میں کوئی حکمراں اس کی مثال پیش کر سکتا ہے اقرار کرنا پڑتا ہے صحیح معنی میں یہ حضرات حق حکومت ادا کرتے تھے حکمرانی کے ساتھ ساتھ یہ ذوق علمی قابل صد مبارکباد ہے،

المنصور المتوفی ۳۹۲ھ اندلس کا حاجب یعنی وزیر اعظم تھا، اپنے وقت کا بڑا عالم اور حکومت کے کاموں سے بڑا واقف کار تھا بادشاہ وقت کو اپنے ہاتھ میں لئے رہتا، اس کا جذبہ دینی ملاحظہ کیجئے

"اس (المنصور) نے اپنی ۲۶ سالہ عہد حجابت میں تقریباً پچاس جہاد کئے، اور ہر جنگ سے واپس آکر اپنے کپڑوں کی خاک جھڑوا کر جمع کرتا جاتا تھا کہ بوقت تجہیز و تکفین یہ مٹی اس کے چہرے پر چھڑک دی جائے، تاکہ شاید اس کی شرم میں خدا اس کی شفاعت کر دے اس نے اپنے خاص آبائی کھیت کی روئی سے

---

[1] خلافت ہسپانیہ ص۱۰

اپنی لڑکیوں سے سوت کتوا کر کفن تیار کرایا تھا، جو ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا تھا۔[1]

اس کو کہتے ہیں راسخ العقیدہ، اور اس جذبۂ دینی کا نام ایمان ہے، آخرت کی یہ فکر ہم سب کے لئے باعث عبرت و بصیرت ہے، کتنی تمنا تھی کہ خاتمہ بالخیر ہو اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بخش دئے جائیں خدا کرے یہ جذبۂ غیرت و حمیت تمام مسلمانوں میں پیدا ہو اور سب کو اپنی آخری گھڑی کی فکر بے چین کئے ہو۔ اتنی زبردست حکومت کا وزیر اعظم اور اندلس میں یہ اثر و رسوخ اور پھر قلب کا یہ حال جو بے چین رکھتا تھا اللھم اغفرلہ

الحکم منصور کے متعلق مورخین کا فیصلہ ہے کہ وہ صادق العمل، فیاض اور عادل تھا ڈوزی لکھتا ہے منصور کا انصاف ضرب المثل ہوگیا تھا، ایک مرتبہ عوام الناس میں سے ایک شخص منصور کے سامنے آیا اور کہا اے مظلوموں کے داد رس اس آدمی نے جو حضور کے پیچھے کھڑا ہے مجھ پر ظلم کیا ہے عدالت نے طلب کیا، تو گیا نہیں، منصور کے پیچھے صقلبی سپر بردار تھا جس پر منصور بہت مہربان تھا مگر فریادی سے تفصیل سننے کے بعد منصور نے حکم دیا ۔۔۔ کہ قاضی عبدالرحمٰن بن فوطس سے جا کر کہو کہ اس معاملہ میں فیصلہ کریں۔ اور حق و انصاف ملحوظ رہے قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیا، مدعی منصور کے پاس آکر شکریہ ادا کرنے لگا منصور نے کہا شکریہ کی ضرورت نہیں تمہارا انصاف ہوگیا اور تم کو اطمینان ہوگیا مگر مجھے ابھی اطمینان نہیں ہوا کیونکہ مجھے اس نالائق صقلبی کو سزا دینی ہے جس نے باوجود اس کے کہ مرا ملازم تھا ایک ذلیل کام کرنے میں شرم نہ کی۔[2]

کہاں ہیں آج کل کے حکمراں جن کے ملازم رات دن عوام پر ظلم ڈھاتے پھرتے ہیں مگر ان کو اس لئے معاف کر دیا جاتا ہے کہ سرکاری آدمی ہے عبرت و بصیرت کا کوئی سبق اس میں ان کے لئے ہے تو وہ اس کے حصول کی سعی بہم کریں اس واقعہ کو سامنے رکھ کر موجودہ حالات میں کہنا پڑتا ہے سہ

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

اسی منصور کے مرتے ہی اندلس میں طوفان بدتمیزی کا زور ہوا۔ خانہ جنگی برابر بڑھتی رہی،

---

[1] خلافت ہسپانیہ ص ۱۱۱ [2] ایضاً ص ۱۱۲

سلاطین کے اعمال و اخلاق اچھے نہ رہے، قتل و خونریزی شروع ہوگئی جب حکمرانوں کے دل پاک نہ رہے قلب کی صفائی جاتی رہی، خوفِ خدا باقی نہ رہا اور یہی بگڑ گئے تو عوام اور پبلک کس حال میں رہے گی؟ حضرت عمر بن عبد العزیزؓ نے فرمایا تھا کہ پہلے بادشاہ کی نیت بگڑتی ہے اور اس کے اعمال و اخلاق میں زوال آتا ہے تو پھر رعایا اور عام پبلک بھی تباہی و بربادی اور ہر طرح کی برائیوں میں مبتلا ہو جاتی ہے چنانچہ یہی معاملہ پیش آیا، اندلس اتنی عظیم الشان اور با اقتدار حکومت بتدریج ختم ہوگئی، اور نصاریٰ نے وہاں کے مسلمانوں کا صفایا کر دیا، لاکھوں مسلمان تہ تیغ کئے گئے، لاکھوں کو جلایا گیا ہزاروں کو دباؤ ڈال کر مذہب بدلوایا گیا، ہزاروں پہاڑوں اور جنگلوں کی طرف چل بسے اور وہ ملک جو سیکڑوں سال مسلمانوں کے زیرنگیں رہا تھا اور ان کے تمدن و تہذیب کا مرکز رہ چکا تھا، عیسائی خونخواروں کے ہاتھوں میں ملیامیٹ ہوگیا ہزاروں مسجدیں گرجا بنائی گئیں، کتنی برباد کر دی گئیں، اندلس کا مدینۃ الزہرا الحمراء۔ جامع قرطبہ اور دوسری ہزاروں عمارتیں جو روئے زمین پر اپنا مثال نہ رکھتا تھا ہمارے قبضہ سے اغیار کے قبضہ میں چلی گئیں۔

قلم میں کہاں طاقت جو اندلس کا خونچکاں افسانہ لکھ سکے اور اس وقت اور بھی جبکہ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے بتانا یہ ہے کہ جب تک ہم میں عدل و انصاف، خشیتِ الٰہی اور علم، پاکیزگیِ قلب اور آپس کی باہمی صحبت رہی ہم میں صفاتِ محمودہ اور خصالِ پسندیدہ رہے ہم نے شان و شوکت سے حکومت کی اور جب ہم میں اسلام سے بعد۔ دینِ محمدی سے بے راہ روی، قول و عمل کا تضاد، قرآن و حدیث سے عدمِ شغف، باہمی بےجہتی کا فقدان، قلب کی پاکیزگی کا قحط اور ایمان کی پختہ کاری کا کال پڑا قدرت نے ہم کو ذلت کے ساتھ زندہ دفن کر دیا۔

اب تاریخ ملت جلد پنجم (خلافت بنی عباس) کے چند واقعات سنئے کوئی شبہ نہیں بنی عباس نے شروع میں بڑی خونریزیاں کیں، سفاح اور منصور کا زمانہ اس نقطۂ نظر سے جب ہم نے پڑھا تو بے ساختہ زبان پر آیا "دنیا کی بدترین چیز بادشاہت ہے اور یہ حکمراں طبقہ کے لئے من جانب اللہ عذاب ہے مگر ذاتی حالات و کمالات کا جہاں تک تعلق ہے ان کی زندگی بہت پاکیزہ ہے، اور ان کے دل بڑی حد تک

صاف ہیں اور ہم اس وقت اسی حصہ کو بیان کریں گے ،

عباسی حکومت کا دوسرا خلیفہ ، ابو جعفر منصور المتوفی ۱۵۸ھ ہے بائیس برس تک اس نے بڑی شان و شکوہ سے حکومت کی ، منصور کی زندگی کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس نے امام اعظمؒ کو قاضی القضاۃ بنانا چاہا اور آپ نے جب اس عہدہ کی قبولیت سے انکار کر دیا تو منصور نے آپ کو جیل میں ڈال دیا جہاں آپ نے اپنی آخری سانس گذار دی اور اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے اور اسی منصور کی حکومت میں اہل مدینہ پر ظلم و ستم ہوا اور ساتھ ہی امام مالکؒ کو اس کے چچا زاد بھائی نے ذلت سے ملوایا اور ستر کوڑے لگوائے ، گو منصور کو اس واقعہ سے رنج بھی ہوا اور دوسرا پہلو اس کی زندگی کا یہ ہے جس کو حکومت سے کوئی تعلق نہیں یا تعلق ہے تو ذاتی اوصاف کا حامل بھی ہے ۔

"ابو جعفر منصور کا معمول تھا کہ صبح کی نماز با جماعت پڑھنا ، بعد ازاں دربار خلافت میں رونق افروز ہوتا اور امور سلطنت کو انجام دیتا ، مالگذاری کا دفتر دیکھتا ، حکام کی تبدیلی ، راستوں کی حفاظت ، رعایا کی آسائش ، اور تنظیم کا انتظام کرتا ، اس کے بعد قیلولہ کرتا ، بعد ازاں ظہر کی نماز با جماعت ادا کرتا جب عصر کا وقت آتا تو نماز کے بعد خاص اجلاس کرتا ، جس میں تمام سادات بنی ہاشم کے معاملات طے کرتا اس کے بعد نماز مغرب با جماعت پڑھ کر کھانا تناول فرماتا ، جب عشار کا وقت آتا تو نماز با جماعت پڑھ کر ڈاک دیکھتا اور اطراف و جوانب سے خطوط اور عرضیاں جو آتیں ، ان کا جواب دیتا بعد ازاں سمارہ سے گفتگو کرتا اور مشورہ لیتا جب ایک تہائی رات گذر جاتی تو آرام کرتا ، پھر تہجد کے لئے اٹھتا ، نماز فجر تک عبادت میں مشغول رہتا نماز فجر مسجد میں آکر خود پڑھاتا پھر بدستور دربار میں رونق افروز ہوتا"[1] ۔

قابل صد رشک ۔ ہے یہ زندگی اندازہ لگائیے یہ ایک بادشاہ وقت کے معمولات ہیں ، ذاتی زندگی کس قدر پاکیزہ اور ستھری ہے ، جماعت اور مسجد کی کتنی پابندی ہے تہجد اور وظائف کا یہ منظر کس قدر دلکش ہے کیا یہ چیزیں اس کی خدا ترسی کو نہیں بتاتیں ، امور مملکت میں اتنا سخت نظر آتا ہے اور خود احکم الحاکمین کے آگے اس قدر عاجز و ذلیل ۔

---

[1] خلافت بنی عباس اول صلا

ان معمولات کے ساتھ امورِ مملکت میں اس کا یہ قول دیکھئے

"منصور کا قول تھا، حکومت کے عناصرِ ترکیبی میں چار عناصر نہایت اہم ہیں ان کا انتخاب بہت غور سے کرنا چاہئے (۱) قاضی جو نہایت بیباک ہو اور نڈر ہو، جو دنیا کی کسی طاقت سے مرعوب نہ ہو سکے (۲) پولیس کا افسر جس میں کمزور کی حمایت اور طاقت ور کے بل نکال دینے کی قوت ہو (۳) خراج کا افسر جو نہایت دیانت دار ہو، ظلم وجور سے اس کو طبعی نفرت ہو (۴) ڈاک کا افسر (اس کو بڑی اہمیت سے کہا تھا) جو صحیح حالات سے بے کم وکاست اطلاع دے، اور اپنی طرف سے کوئی کتر بیونت نہ کرے"[1]

کسی بادشاہ وقت کا یہ قول کیا بتاتا ہے، ممکن ہے اس کا عمل اس پر نہ ہو مگر اس سے دل کی کیا ترجمانی ہوتی ہے کیا یہ چیزیں آج بھی اتنی ہی ضروری نہیں ہیں، جتنی کل تھیں، سلطان وقت کا یہ دل ودماغ، ہر ایک حکمراں کے لئے قابل تقلید ہے، کاش اس زمانہ میں ان موتیوں کی قدر وعزت کا ہمیں یقین ہو جائے۔

اسی منصور خلیفہ کا واقعہ ہے کہ اس کو کسی طرح یہ اطلاع ثبوت کے ساتھ مل گئی کہ حضرموت کا گورنر بکثرت شکار کھیلا کرتا ہے اور اسی کو اس نے اپنا مشغلہ بنا لیا ہے اس خبر نے منصور کو چراغ پا کر دیا اور فوراً گورنر حضرموت کو لکھا۔

"کم بخت یہ سازو سامان وحشی جانوروں پر صرف کرنے کے لئے نہیں ہے، یہ تیر وکمان کے مصارف مسلمانوں کے فلاح وبہبود میں صرف کرنے کے لئے ہے اور تو اسے جنگلی جانوروں پر صرف کر رہا ہے تو فلاں بن فلاں کو اپنی گورنری کا چارج دے دے خدا تجھے اور تیرے خاندان کو برباد کرے"[2]

یہ تھی عزت قومی سامان کی، آج کل کے گورنر اور وزرا کو یہ واقعہ غور وفکر کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور قومی مفاد کی اہمیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔

منصور نے اپنی وفات کے وقت اپنے ولی عہد ابو عبداللہ مہدی کو وصیت کی تھی، اس وصیت

[1] خلافت بنی عباس اول ص۱۱۶ [2] ایضاً ص۱۱۷

کا کچھ حصہ غور و فکر کی نظر سے پڑھئے۔

"ابو عبداللہ! بادشاہ کی اصلاح نہیں ہوتی مگر تقویٰ سے، رعایا اچھی نہیں ہوتی مگر تابعداری سے شہر آباد نہیں ہوتا مگر انصاف سے . . . . . . سب آدمیوں میں عاجز ترین وہ شخص ہے جو اپنے سے کم درجہ کے آدمیوں پر ظلم کرے۔"

ان آبدار موتیوں کو دیکھئے، ان کی بھی کوئی قیمت ادا کر سکتا ہے، کہنے والا سیکڑوں سال گذرے چل بسا، مگر ان اقوال کو موت نہیں ہے یہ رہتی دنیا تک نقش رہیں گے۔

منصور کا علم و فضل مسلّم ہے حضرت امام مالکؒ نے اس کے علم و فضل کی تعریف کی ہے اور اس کو بڑا ذی علم مانا ہے، یہ علم حدیث کے شغف ہی کا نتیجہ تھا کہ بغداد سے ولی عہد مہدی، امام مالک کی خدمت میں مدینہ منورہ بھیجا گیا۔

"محمد بن سلام کا بیان ہے کہ ایک شخص نے خلیفہ منصور سے دریافت کیا کہ واہب العطایا نے دین و دنیا کی ساری نعمتیں امیرالمومنین کو عطا فرمائی ہیں کیا آپ کی کوئی ایسی آرزو اور بھی ہے جو اب تک پوری نہ ہوئی ہو؟ منصور نے کہا ہاں صرف ایک تمنا باقی ہے جو آج تک پوری نہیں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوں اور اصحاب حدیث میرے ارد گرد بیٹھے ہوں۔"

قربان جائیے اس ذوقِ حدیث کے اور خلیفہ وقت کی اس تمنا کے کہاں ہیں آج کل کے اہل علم اور صاحب فضل و کمال عبرت و بصیرت کے اس خزینہ سے دامن بھر لیں

منصور کی زندگی ناز و نعمت کے شباب میں بھی زہد و قناعت کے راستہ سے نہ ہٹی، امام جعفر صادقؒ کو جب یہ خبر ہوئی کہ منصور "ہروی جبہ" پہنتا ہے اور اس کی قمیص میں پیوند لگے رہتے ہیں تو انھوں نے برجستہ فرمایا "پاک ہے وہ ذات جس نے اسے بادشاہت عطا کرنے کے باوجود فقر و فاقہ کی مصیبت نصیب کی[1] صاحب "خلافت بنی عباس" نے ابن خلدون کے حوالہ سے یہ واقعہ لکھا ہے۔

باقی آئندہ

---

[1] خلافت بنی عباس اول ص ۱۲۱